منیر نیازی کی نظموں میں علامت نگاری

یونس حسن
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ اسلامیہ کالج قصور

SYBOLISM IN VERSE OF MUNIR NIAZI

Younas Hasan
Assistant Professor of Urdu
Govt. Islamia College, Kasur

Abstract

Munir Niazi makes a variegated use of symbols in his verse. These symbols carry a uniqueness and novelty at every level. Externally they are very simple but internally they have many layers of connotations. These symbols not only mirror the internal feelings and emotions of the poet but also expose the general environment and conditions of the society. Besides, a lot of allusions of fright and horror have made their way in them. This fear and dread have become the fate of a common person; and he is forced to spend his life in their shade. Munir has derived the symbols of witches and ghosts which represent cruel and arrogant forces of society. Through the use of symbols in his poems, Munir has presented a number of aspects of fear, wonder, beauty, etc.

Keywords:
منیر نیازی، وزیر آغا، سلیم اختر، محمد سلیم الرحمٰن، علامت نگاری، تمثیل نگاری، اردو نظم

علامت کے لغوی معنی نشان، سراغ، کھوج، اشارہ، کنایہ، چھاپ، مُہر اور شناخت کے ہیں۔ ادب میں علامتی اظہار کا مفہوم یہ ہے کہ نظم ونثر میں کسی چیز کا براہِ راست اظہار کرنے کی بجائے اشاراتی یا نشانیاتی پیرائے میں اظہار کیا جائے۔ علامت میں کسی بھی حقیقت کے متعدد پہلو مخفی رکھے جاتے ہیں اور انھیں مخصوص انداز سے واضح کیا جاتا ہے۔ علامت، شعور، لاشعور اور اجتماعی لاشعور کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کرتی ہے۔

منیر نیازی کی نظموں میں گوناں گوں قسم کی علامتیں ملتی ہیں۔ ان علامتوں کے اندر ایک تنوع اور رنگارنگی کی صورت پائی جاتی ہے۔ ان علامتوں کے مطالعے سے منیر نیازی کی سوچ اور فکر کی ندرت نمایاں نظر آتی ہے۔ ان علامتوں کا دائرہ براہِ راست ہماری معاشرتی، تہذیبی اور تمدنی زندگی پر محیط نظر آتا ہے۔ گویا ان معاشرتی اور تہذیبی وتمدنی زندگی میں رونما ہونے والے حوادث، افرادِ معاشرہ پر روا رکھا جانے والا ظلم وستم، ناانصافی، عدم مساوات، افرادِ معاشرہ کے رویے اور رُجحانات، اُن کے جذبات واحساسات، اُن کے عمل اور ردِ عمل کی صورتیں یہ سب کچھ ان علامتوں کا موضوع بنا ہے۔ گویا عصری حالات اور اس کا آشوب پوری طرح اُن کی علامتوں کے سانچے میں ڈھل گیا ہے۔ اس کے ساتھ افرادِ معاشرہ کی تمنائیں، آرزوئیں نیز اُن کے خوابوں کا پَرتو اُن کی علامتوں کے اندر نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک تحیر، کُرید اور جستجو کا پہلو ہے جو ان علامتوں کے معانی اور مفاہیم میں گہرائی پیدا کرتا ہے۔ مزید براں منیر نیازی کے ذاتی محسوسات اور جذبات کے متعدد حوالے اُن کی علامتوں کے اندر آ گئے ہیں۔

یہ علامتیں بظاہر جتنی سادہ اور عام فہم ہیں اُن کے معانی اور مفاہیم اتنے ہی تہ در تہ ہیں۔ جوں جوں اُن کے معانی اور مفاہیم قاری پر واضح ہوتے ہیں اُن کی حقیقت نظروں کے سامنے نمایاں ہو جاتی ہے۔

ان علامتوں کی انفرادیت اور ندرت اس حوالے سے بھی ہے کہ اُن کے ذریعے منیر نیازی نے انسان کے ازلی وابدی ڈر اور خوف کے پہلو کو موضوع بنایا ہے۔ یہ انجانا ڈر، خوف کا پہلو جو ازل سے انسان کے اندر موجود ہے اور نت نئی اشکال اور صورتیں لیے سامنے آتا ہے اور انسان کو ہمیشہ بے چین اور مضطرب رکھتا ہے اور اگر بغور دیکھا جائے تو یہ ڈر اور خوف کا عنصر عصرِ حاضر کے انسان کے اندر پہلے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ہماری معاشرتی اور تہذیبی زندگی میں آنے والا عدم استحکام، لاقانونیت، افراد کے ساتھ روا رکھی جانے والی ناانصافیوں اور ظلم نے اس ڈر اور خوف کے عنصر میں کہیں زیادہ اضافہ کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ فردِ واحد کے دورِ حکومت میں اظہار اور ابلاغ پر لگائی جانے والی پابندیاں اور لوگوں پر روا رکھا جانے والا ظلم وستم، اُن کی صعوبتیں اور مصائب کو انھوں نے اپنی علامتوں کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ انسان کے ازلی وابدی ڈر اور خوف نیز عصری حالات اور اُس کے آشوب کے باب میں انھوں نے چڑیلوں، بھوتوں، جنگل، شہر اور ہوا کی علامتیں وضع کی ہیں۔ ان علامتوں کے تناظر میں فرد کے داخلی کرب، اس کے خوف، اس کے دُکھوں

اور المیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

''منیر نیازی نے جنگل سے وابستہ علامات کو بہت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔آج کا انسان جس روحانی کرب،خوف اور نفسی کرب میں مبتلا ہے اس کے اظہار کے لیے چڑیل اور چیل ایسی علامات لے کر منیر نیازی نے انھیں ہم عصر انسان کی زندگی کے دُکھوں،المیوں اور سب سے بڑھ کر خوف کی فنکارانہ انداز سے ترجمانی کی ہے۔ان علامات کی بنا پر منیر نیازی کی نظموں میں انسان کا دل جنگل کی تال پر دھڑکتا ہے۔''(۱)

منیر نیازی کی تمثیل نگاری اور علامت نگاری کے حوالے سے شاہدہ دلاور شاہ لکھتی ہیں کہ ''منیر نیازی کی شاعری میں ہمیں علامت نگاری بھی دکھائی دیتی ہے۔تمثیل نگاری اُن کی شاعری کا خاصا ہے۔کبھی کبھی وہ انسانی خواہشات کو بھوتوں کی تمثال سے ظاہر کرتے ہیں۔''(۲)

ڈاکٹر ایوب ندیم کے بقول ''اُن کی ابتدائی شاعری کا ایک حصہ ایسا بھی ہے جس میں بھوت، چڑیلیں، آسیب، سانپ اور سپیرے وغیرہ زیادہ نظر آتے ہیں۔''(۳)

اس حوالے سے محمد سلیم الرحمٰن کا کہنا ہے کہ ''منیر نیازی کی شاعری کے تین بڑے سمبل ہیں ''ہوا'' ''شام'' اور ''موت''۔(۴)

ڈاکٹر وزیر آغا کی رائے ملاحظہ کیجیے:

''منیر نیازی کی عطا بھی قابل تعریف ہے کہ اس نے مذہب الارواح کی بیشتر علامتوں اور جنگل کے طویل دور کی ہیبت اور تشدد کو بڑی خوبی سے اپنی شاعری میں سمو کر اسے ایک نیا ذائقہ تفویض کیا۔''(۵)

''منیر نیازی نے ''جنگل'' کی علامت کے ساتھ ''چاند'' اور ''تاروں'' کی علامات کے تناظر میں شخص کی تنہائی اور اُداسی کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔اس ضمن میں اُن کی نظم ''مخوب ویراں'' دیکھیے:

یوکلپٹس کے پیڑ کے اوپر
ٹھٹھرے تاروں کے پھیلے جنگل میں
چاند تنہا اُداس پھرتا ہے
یوکلپٹس کی سرد شاخوں سے
ٹھنڈے جھونکے لپٹ کے روتے ہیں
یوکلپٹس کے پیڑ کے نیچے
خشک پتے ہوا میں اُڑتے ہیں۔(۶)

منیر نیازی نے اپنی نظموں میں 'رادھا' اور 'شیام' کی علامتوں کا بھی استعمال کیا ہے۔
اس ضمن میں منیر نیازی کی نظم 'آتما کا روگ' کو بطور حوالہ پیش کیا جا سکتا ہے۔اس میں آنے والی 'شیام' اور 'رادھیکا' کی علامتیں اہم ہیں۔'رادھیکا' کی علامت ہجر اور فراق کے مختلف حوالوں سے جڑی ہوئی ہے۔اس کے ساتھ اس نظم میں آنے والی 'مہاتما' 'آتما' 'گوپیوں' 'دیوتاؤں' اور 'اپسراؤں' اور گھپاؤں کی علامتیں ہندو مت اور اُس کی متھالوجی کے مختلف حوالوں کو سامنے لاتی ہیں۔

شراب دے کے جا چکے ہیں سخت دل مہاتما
سمے کی قید گاہ میں بھٹک رہی ہے آتما
کہیں سلونے شیام ہیں نہ گوپیوں کا پھاگ ہے
نہ پائلوں کا شور ہے نہ بانسری کا راگ ہے
بس اک اکیلی رادھیکا ہے اور دُکھ کی آگ ہے
ڈراؤنی صداؤں سے بھری ہیں رات کی گھپائیں
اُداس ہو کے سُن رہی ہیں دیوتاؤں کی کتھائیں
بہت پرانے مندروں میں رہنے والی اپسرائیں
ہوئیں ہوائیں تیز تر بڑھیں بنوں کی سائیں سائیں(۷)

منیر نیازی نے اپنی نظموں میں ''ہوا'' کی علامت کو نئے معانی اور مفاہیم دیے ہیں۔یہ علامت انسانی زندگی، اُس کے غم والم کے مختلف پہلوؤں سے جڑی ہوئی ہے۔اس کے ساتھ یہ انسانی جذبوں اور تمناؤں کے گونا گوں حوالوں کو سامنے لاتی ہے۔نیز یہ گزرتے وقت کے ساتھ انسانی زندگی میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کی بھی مظہر ہے۔'ہوا' کی علامت کے ساتھ 'دیے' 'پرند' 'کھنڈر' 'قافلوں' 'بادبان' 'کشتیوں' اور 'خوشبوؤں' کی علامات بھی اہم ہیں جو انسانی زندگی کی مختلف حقیقتوں سے جڑی ہوئی ہیں۔نظم دیکھیے:

دیا بھی نہیں جلے/ درخت بڑھتی تیرگی میں چھپ چلے
پرند قافلوں میں ڈھل کے اُڑ چلے/ ہوا ہزار مرگ آرزو کا ایک غم لیے
چلی پہاڑوں کی سمت رُخ کیے/ کھلے سمندروں پہ کشتیوں کے بادبان کھلے
سواد شہر کے کھنڈر/ گئے دنوں کی خوشبوؤں سے بھر گئے
اکیلی خواب گاہ میں/ کسی حسین نگاہ میں
الم میں لپٹی چاہتیں ورود شب سے جاگ اُٹھیں/ ہے دل کو بے کلی، سیاہ رات آئے گی
جلو میں دُکھ کی لاگ کو لیے ہوئے/ نگر نگر پہ چھائے گی(۸)

منیر نیازی کی نظموں میں اہم تہذیبی ،سماجی ،ثقافتی اور تمدنی علامات کا بھی برمحل استعمال ہوا ہے ۔ ان علامتوں کے آئینے میں جہاں تہذیبی اور سماجی زندگی کے مختلف روپ اور اشکال نظر آتی ہیں وہاں اُن کے اندر انسانی جذبوں، اُس کی تمناؤں، آرزوؤں اور خوابوں کے بھی مختلف حوالے سامنے آئے ہیں ۔اس ضمن میں اُن کی نظم ''لیلیٰ'' کو بطور حوالہ پیش جا سکتا ہے ۔اس نظم میں آنے والی 'ہونٹ' 'فصیلوں' 'دلہنوں' 'بیلوں' 'گلاب' 'سراب' 'رباب' 'پنکھڑیاں' 'شراب' 'تیرگی' 'گلشن' 'شہروں' کی علامات کو بطور حوالہ پیش کیا جا سکتا ہے ۔

رات کی اونچی فصیلوں پر دہکتے، لال ہونٹ والی کالی جنبش تحیر بکف
اور فصیلوں سے گھرے جادو بھرے شہروں کی دھندلی روشنی میں ہر طرف
دائروں میں گاتی دُلہنوں کے مرمریں ہاتھوں میں بجتے زر دوف
شش جہت کی تیرگی میں دم بدم بڑھنے لگی ہے مورپنکھوں کی صدا
چھا رہا ہے کھڑکیوں پہ سرنگوں پھولوں بھری بیلوں کا رنگیں سلسلہ؟
لگ رہا ہے سُرخ ریشم سے سجے کمروں میں شرمیلی نگاہوں کا رسیلا جمگھٹا؟
کس حسین، خاموش گلشن میں کھلا ہے مری چاہت کا دہکتی پنکھڑیوں والا گلاب
کون سے جادو بھرے کوچے میں بہتی ہے ان آنکھوں کی خمار آگیں شراب
کب فصیلِ شب کے ایک پوشیدہ دروازے سے جھانکے گا وہ چمکیلا سراب
بول! اے بادشاہانہ کے نرالے نقش دکھلاتے ہوئے گونگے رُباب(۹)

اُن کی نظموں میں آنے والی 'سورج' 'لہو' 'کھنڈر' 'موج' 'ساحل' 'سایوں' 'نگر' 'مہک' 'اندھیرا' اور 'آنکھوں' کی علامتیں جہاں شاعر کے داخلی محسوسات، اُس کی دل کی اُداسی، بے چینی اور بے قراری کا بیان کرتی ہیں وہاں افراد و معاشرہ کے اجتماعی غم الم کی کہانی بھی بیان کرتی ہیں ۔اس کے ساتھ ان علامتوں کے آئینے میں منیر نیازی نے فنا کے پہلو کو بھی اُجاگر کیا ہے ۔ یہ فنا جو چیزوں کو نیست و نابود کر دیتی ہے اور اُن کا حسن و جمال غارت کر دیتی ہے ۔مجموعی طور پر دیکھا جائے تو انھوں نے زندگی کی حقیقت کو بیان کیا ہے اور اس حقیقت کے آئینے میں افراد کے جذبات و احساسات کے مختلف روپ اور اشکال دکھائی ہیں ۔گویا جب زندگی پر فنا غالب آتی ہے تو اُس کا حسن و جمال کیسے بکھر کر رہ جاتا ہے؟ یہ تمام علامتیں اس کا بیان کرتی ہے ۔ اُن کی نظم ''زندگی'' دیکھیے:

شام کا سورج خود اپنے ہی لہو کی دھاریوں میں ڈوب کر
دیکھتا ہے بجھتی آنکھوں سے سوادِ شہر کے سُونے کھنڈر

اس کو لے جائے گی پل بھر میں فنا کے گھاٹ پر
رات کے بحرِ سیہ کی موج ہے گرم سفر
دیکھتی آنکھوں اُفق کے سرد ساحل پر اندھیرا چھائے گا
ڈوبتا سورج ابھی بھولے دنوں کی داستاں بن جائے گا
سرسراتے ریشمی سایوں سے بھر جائے گی ہر اک رہگزر
نازنیں آنکھوں کی صورت ٹمٹمائیں گے خیالوں کے نگر
تیز سانسوں کی مہک اُڑتی پھرے گی رات بھر
تو بھی خوش ہو، میرے دل! نوحہ گرِ شام و سحر!!(۱۰)

منیر نیازی کے ہاں "جنگل" کی علامت ڈر اور خوف کے ان گنت حوالوں سے جڑی ہوئی ہے یہ ڈر اور خوف جو آج کے معاشرے میں سرایت کر چکا ہے۔ گویا اگر یوں کہا جائے کہ یہ علامت عصری حالات اور اس کے آشوب کو ہمارے سامنے لاتی ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ اُن کی نظموں میں آنے والی 'چیتوں' 'سایوں' 'لہو' 'شہزادی' 'سادھو' 'پیڑ' 'گدھ' 'سانپوں' 'خوشبو' 'خون' اور 'آنکھوں' کی علامتیں ہمیں جنگل کی زندگی کے ساتھ عصر حاضر کی زندگی کے دروں میں جھانکنے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔ اُن علامتوں کے ذریعے آج کے حالات کی عکاسی کی گئی ہے۔ گویا جو صدیوں پہلے "جنگل" کی زندگی میں ہوتا تھا وہ آج کے معاشرے میں ہو رہا ہے۔ اس باب میں اُن کی ایک نظم "جنگل کا جادو" ملاحظہ کیجیے:

جس کے کالے سایوں میں ہے وحشی چیتوں کی آبادی
اسی جنگل میں دیکھی میں نے لہو میں لتھڑی اک شہزادی
اُس کے پاس ہی ننگے جسموں والے سادھو جھوم رہے تھے
پیلے پیلے دانت نکالے نعش کی گردن چوم رہے تھے
اک بڑے سے پیڑ کے اوپر کچھ گدھ بیٹھے اونگھ رہے تھے
سانپوں جیسی آنکھیں میچے خون کی خوشبو سونگھ رہے تھے (۱۱)

اُن کی متعدد علامتیں ایسی ہیں جو براہِ راست انسانی جذبوں کے ساتھ حسن و جمال کے رنگا رنگ پہلوؤں سے جڑی ہوئی ہیں۔ گویا یہ علامتیں ایک ہی وقت میں دو مختلف کیفیات یعنی حسن و جمال اور جذبات و احساسات کی آئینہ دار ہیں۔ اُن کے آئینے میں شاعر کی جہاں جمالیاتی سوچ اور فکر کارفرما نظر آتی ہے وہاں اُس کے داخلی محسوسات کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے۔ ان علامتوں کے تناظر میں حسن کی جستجو اور تلاش کا پہلو کارفرما نظر آتا ہے۔ نیز چہار جانب حسن کا فسوں اور اس کا طلسم چھایا نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں

منیر نیازی کی نظم ''طلسم خیال'' ہیت کی حامل ہے۔ان کے اندر آنے والی علامتوں میں 'بجلیاں' 'ندیاں' 'ہوا' 'جادوگرنیاں' 'مورتیں' اور 'شب' قابل ذکر ہیں ۔یہ تمام علامتیں حسن و جمال کے ان گنت رنگوں میں ڈوبی ہوئی ہیں اور اس کی عکاس ہیں۔

اُدھ کھلے رنگیں نقابوں میں چمکتی بجلیاں
ہر بُنِ مو سے اُمڈتی نکہتوں کی ندیاں
رہروانِ نیم شب کی جستجو میں چار سو
راستوں پر پھر رہی ہیں شب کی جادو گرنیاں
شام کے مسحورکن رنگوں میں ڈوبی مورتیں
دیدۂ بے خواب کی وسعت میں پنہاں ہوگئیں
عشق کے نشے میں چور انجان پیاری لڑکیاں
نیند کی ٹھنڈی ہوا میں مست ہو کر سو گئیں(۱۲)

منیر نیازی کی نظموں میں آنے والی 'بھوتوں' اور 'چڑیلوں' کی علامتیں جہاں ڈر اور خوف کے اُن گنت حوالوں کو سامنے لاتی ہیں وہاں اُن کے آئینے میں آج کے معاشرے اور اس میں رہنے والوں کی زندگی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ یہ خوف اور ڈر جواُن کی زندگی کا ایک مستقل حصہ بن گئے ہیں ۔اس کے ساتھ یہ علامتیں عصری حالات کی ایک جامع تصویر بھی ہمارے سامنے رکھ دیتی ہیں ۔ یہ عصری حالات جس میں طاقتور کمزور کوظلم اور زیادتی کا نشانہ بنا رہا ہے اور اس کوسزا دینے والا کوئی نہیں ۔اس کے ساتھ یہ علامتیں عصر جدید کے انسان کی تنہائی، اس کی بے بسی، اُس کے داخلی کرب اور اُس کے جذبات واحساسات کی آئینہ دار ہیں ۔ اس ضمن میں منیر نیازی کی نظمیں '' بھوتوں کی بستی' ' اور '' چڑیلیں' ' قابل ذکر ہیں ۔بطور نمونہ یہ نظمیں اور اُن کے اندر آنے والی علامتیں ملاحظہ کیجیے:

O

''بھوتوں کی بستی''
پیلے منہ اور وحشی آنکھیں/ گلے میں زہری ناگ
لب پر سُرخ لہو کے دھبے/سر پر جلتی آگ
دل ہے ان بھوتوں کا یا کوئی/ بے آباد مکان
چھوٹی چھوٹی خواہشوں کا/اک لمبا قبرستان (۱۳)

O

''چڑیلیں''

گہری چاندنی راتوں میں یا گرمیوں کی دوپہروں میں
سُونے تنہا رستوں میں یا بہت پرانے شہروں میں
نئی نئی شکلوں میں آ کر لوگوں کو پھسلاتی ہیں
پھر اپنے گھر لے جا کر اُن سب کو کھا جاتی ہیں
اسی طرح وہ گرم لہو سے پیاس بُجھاتی رہتی ہیں
ویرانوں میں موت کا رنگیں جال بچھاتی رہتی ہیں
جسم کی خوشبو کے پیچھے دن رات بھٹکتی رہتی ہیں
لال آنکھوں سے رنگیروں کا رستہ تکتی رہتی ہیں(۱۴)

اُن کی علامتی نظموں کی انفرادیت اس حوالے سے بھی ہے کہ اُن کے آئینے میں سماجی، تہذیبی اورتمدنی زندگی میں ہونے والی ہلچل نیزاس کے اندررونماہونے والے تغیرات اورتبدیلیوں کوموضوع بنایاگیا ہے۔ نیزان تبدیلیوں اورتغیرات کے پسِ پردہ عوامل اورمحرکات کوبھی اُجاگر کیاگیا ہے۔ نیزان علامتوں کے تناظر میں موت اوراس کی حقیقت کوموضوع بنایا گیا ہے۔اس کے ساتھ موت کے اسراراوراس کے بھیدزیر بحث لائے گئے ہیں۔ یہ اسرار اور بھید جوزندگی کی بہت سی صداقتوں اورسچائیوں کوسامنے لاتے ہیں۔اس ضمن میں اُن کی نظم ''دشمنوں کے درمیان شام'' نہایت اہم ہے۔اس کے اندرآنے والی 'سانپ' 'شام' 'آسمان'اور'بتیاں' کی علامتیں اس باب میں اہمیت کی حامل ہیں۔ان علامتوں کے آئینے میں مناظراورماحول کی بھرپورعکاسی کی گئی ہے۔یہ نظم دیکھیے:

پھیلتی ہے شام دیکھو ڈوبتا ہے دن عجب
آسماں پہ رنگ دیکھو ہو گیا کیسا غضب
کھیت ہیں اور ان میں اک روپوش سے دشمن کا شک
سرسراہٹ سانپ کی گندم کی وحشی گر مہک
ایک طرف دیوار و در اور جلتی بجھتی بتیاں
اک طرف سر پہ کھڑا یہ موت جیسا آسماں(۱۵)

بعض علامتوں کے ذریعے منیر نیازی نے اپنی زندگی کے سفر کی روداد بیان کی ہے۔یہ روداد جس میں بہت سے موڑ آتے ہیں۔ہرموڑزندگی کی کسی نہ کسی اہم حقیقت سے جڑانظر آتا ہے۔اس ضمن میں اُن کی نظم ''ایک لمحہ تیز سفر کا'' کوبطور حوالہ پیش کیا جاسکتا ہے۔اس نظم میں آنے والی 'جنگل' 'مکانوں' 'ویرانوں' 'رہن'

'فانوس''بادل''دکانوں''پھول'اور'مہک' کی علامتیں اُن کی زندگی کی کتھا کو بیان کرتی نظر آتی ہیں:

ایک رہن کسی کی زلفوں کا
پیار مہک کسی جنگل کی
رنگیں جھلک کسی بادل کی
دروازے بڑے مکانوں کے
کچھ پھول کھلے دالانوں کے
کچھ رنگ چھپے ویرانوں کے
فانوس کھلی دکانوں کے
ایک لڑی میں اُڑتے آتے ہیں
اور واپس مڑ جاتے ہیں(۱۶)

بعض علامتوں کے حوالے سے منیر نیازی نے ایک شہر اور اس میں رہنے والے لوگوں کی زندگی، اُن کے غم والم، مصائب اور تکالیف کو نمایاں کیا ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو یہ علامتیں عصرِ حاضر کے شہروں اور ان کے باسیوں کی زندگی کی ایک مجموعی صورت حال کو سامنے لے آتی ہیں۔ اس ضمن میں منیر نیازی کی نظم ''ایک شہر میں شام'' اور اس کے اندر آنے والی 'باغوں''ہواؤں''چراغوں''آوازوں'اور'دروازوں' کی علامات اسی غم والم اور مصائب کی کتھا بیان کرتی ہیں۔ نظم ملاحظہ کیجیے:

چلی ہوائیں باغوں میں
اُڑے ہیں رنگ چراغوں میں
چھپا ہے غم آوازوں میں
کھلے ہوئے دروازوں میں(۱۷)

منیر نیازی نے 'ناگن''چاند''آسمان'اور'چاندنی' کی علامات کے تناظر میں جہاں اپنے جذبات اور احساسات کی عکاسی کی ہے وہاں آرزوں اور تمناؤں کی بدلتی ہوئی صورتوں اور اشکال کا بھی بیان کیا ہے۔ نظم ''کہسار مری میں سردیاں'' کے عنوان سے لکھی ہوئی نظم انھی پہلوؤں کو واضح کرتی ہے۔

چاند نکلا بادلوں سے رات گہری ہو گئی
جیسے یہ دُنیا خُدا کی گونگی بہری ہو گئی
دیکھ کروہ ناگن اور زہری ہو گئی
جسم ریشم بن گیا رنگت سنہری ہوگئی
لال پیلی چاندنی برفوں پر ڈھلتی دیکھنا

بے ثمر اندھی نظر رنگوں سے جلتی دیکھنا
ایک خواہش سو طرح کے رُخ بدلتی دیکھنا(۱۸)

منیر نیازی کی اکثر علامات کے اندر ہمیں شہروں کی تباہی اور بربادی کے آثار واضح نظر آتے ہیں۔ ان علامتوں کے آئینے میں قاری کو یوں گمان ہوتا ہے جیسے وہ ماضی بعید میں سفر کر رہا ہے اور اس ماضی بعید کے اندر کھنڈرات میں تبدیل ہونے والے شہروں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور ان کھنڈرات کی ہولناکی اس کے ذہن وقلب پر اپنا نقش چھوڑ رہی ہے۔اس باب میں اُن کی ایک نظم 'دھوپ میں ایک غیر آباد شہر کا نظارہ' اور اُن کے اندر آنے والی 'شہر' 'کنواں' اور 'مور' کی علامات کو بطور حوالہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ان علامتوں کے آئینے میں ایک شہر کی ویرانی اور اس کی ہولناکی کو واضح کیا گیا ہے۔دیکھیے:

ایک کنواں تھا بیچ میں ایک پیتل کا مور
خالی شہر ڈراؤنا کھڑا تھا چاروں اور(۱۹)

منیر نیازی نے اپنی بعض نظموں اور اُن کی علامتوں کے اندر جہاں اپنے آپ اور اپنے محبوب کو موضوع بنایا ہے وہاں اردگرد کے ماحول اور مناظر کے باب میں جو علامتیں وضع کی ہیں اُن کے اندر جہاں ایک حسن وجمال اور خوبصورتی پائی جاتی ہے وہاں اُن کے اندر زہرناکی کے عناصر بھی موجود ہیں۔بات بظاہر ایک خواب کی ہوتی ہے لیکن اس خواب کے بیان میں جو نظم کا انداز اور اسلوب ہوتا ہے وہ بالکل منفرد ہو جاتا ہے۔اس میں محبت اور حسن کے ساتھ ایک زہر سا بھر جاتا ہے۔گویا ایک ہی وقت میں متضاد چیزیں سامنے آجاتی ہیں۔اُن کی نظم 'ایک دھندلا سا خواب' اور اس کے اندر آنے والی 'چاند' 'پیڑ' 'خوشبو' 'جادو' اور 'سانپ' کی علامتیں ایک خواب کی کتھا بیان کرتی ہیں۔

کبھی کمان سی نئے چاند کی/اور اس کی خوشبو
آس پاس گہرے رنگوں کا/زہریلا جادو
ایک پیڑ اور ایک سانپ سا/اک میں اور اِک تو(۲۰)

منیر نیازی کے ہاں 'ستارے' 'سحر' 'چمن' اور 'دُلہن' کی علامتیں روایت سے ہٹ کر نئے معانی اور مفاہیم میں استعمال ہوئی ہیں۔یہ علامتیں اُمید اور تمنا کے پہلو کو اُجاگر کرتی ہیں۔اس ضمن میں اُن کی نظم 'دوست ستارے کو چمکتے رہنے کا اشارہ' ملاحظہ کیجیے:

ستارے! مرے خواب اُمید کے
سحر آنے والی ہو یا شام غم

اُفق ہو سفر کا کہ بامِ الم
ہو کشتِ ثمرور کہ ویران چمن
نیا شہر امکاں کہ یادوں کا بَن
ستارے مرے خواب اُمید کے(۴۱)

اپنی علامتی نظموں کے ذریعے منیر نیازی نے بعض اہم فلسفوں کو بھی بیان کیا ہے۔ یہ فلسفے جو سادہ اور عام فہم نہیں بلکہ تہ در تہ اور پیچیدہ ہیں۔ ان دقیق اور مشکل فلسفوں کو اپنی علامتوں میں سمونا اور پھر اُن کو نہایت مہارت اور چابکدستی سے بیان کرنا منیر نیازی کا بہت بڑا ہنر اور فن ہے 'من و تو' کا فلسفہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اُن کی نظم ''من و تو کی حدوں پہ اُداسی'' اور اُن کے اندر آنے والی 'چمن' 'فصیلوں' اور 'ہوا' کی علامات نہایت اہم ہیں۔ نظم قابلِ غور ہے:

خیال اتنے ہیں دل میں سمجھ نہیں آتے
سمجھ بھی آئیں اگر تو کہے نہیں جاتے
وہ سامنے بھی جو ہوتا تو اس سے کیا کہتے
بس اس کی باتیں ہی سُنتے ہم اور چُپ رہتے
چمن کا زور فصیلوں کی انتہا تک ہے
یہ شور برگ بہاراں کا بس ہوا تک ہے(۴۲)

منیر نیازی کی نظموں میں 'پنچھی' اور 'دیس' کی علامات کا بھی نہایت خوبصورت استعمال ہوا ہے۔ 'پنچھی' کی علامت اُن کی ذات کے حوالے سے آئی ہے اور اُن کی تمناؤں، آرزوؤں اور خوابوں کے اَن گنت حوالوں سے جُڑی ہوئی ہے جبکہ 'دیس' کی علامت کسی اجنبی دُنیا کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ اُن کی نظم 'رنگ رنگیلے پنکھوں والے پنچھی ہوتے' میں آنے والی علامات کے آئینے میں منیر نیازی نے اپنے داخلی محسوسات، جذبات اور کیفیات کا جو بیان کیا ہے وہ جہاں نہایت دلکش اور خوبصورت ہے وہاں ہجر فراق اور موت کے مختلف حوالوں سے جُڑا ہوا ہے۔

رنگ رنگیلے پنکھوں والے پنچھی ہوتے / جب ساون کا مہینہ آتا
کالی گھور گھٹائیں لاتا / بوندوں کے سنگ راس رچاتے
ڈال ڈال پر شور مچاتے / ہرے ہرے پتوں میں سوتے
رنگ رنگیلے پنکھوں والے پنچھی ہوتے / پھر پھولوں کی رُت آجاتی
سارے جگ میں رنگ جماتی / کلی کلی سے نین ملاتے

پھولوں کا مُکھ چومنے جاتے/خوشبوؤں میں سدھ بدھ کھوتے
پھر اک ایسی رُت بھی ہوتی/ بجھنے لگتی جیون جوتی
ٹھنڈی ہواؤں میں اُڑ جاتے/کسی جتن سے ہاتھ نہ آتے
دور دیس میں بیٹھ کے روتے/ رنگ رنگیلے پنکھوں والے پنچھی ہوتے (۴۳)

اپنی نظموں میں منیر نیازی نے 'بہار' کی علامت کا بھی خوبصورت استعمال کیا ہے۔اس کے ساتھ 'دیوار' 'غبار' اور 'ہار' کی علامات بھی معنویت کی حامل ہیں۔ ان علامتوں کے تناظر میں گزرے ہوئے زمانوں اور وقت کا بیان کرنے کے ساتھ حسن وجمال کے پہلو کو بھی نمایاں کیا ہے۔اس ضمن میں اُن کی نظم 'ہر مشکل موسم کی حد پر' ملاحظہ کیجیے:

شروع بہار کے ہیں آثار سبز ہوئے انجیر کے پتے
سبز ہوئی پیپل کی قطار ہری ہری چلمن کے پیچھے
اُڑتا ہے سُرخی کا غبار ایک قدیم زمانہ سا ہے
اینٹوں کی اونچی دیوار اوٹ میں اک سنسان جگہ کی
لیے ہوئے کلیوں کے ہار کھڑی ہے اک آسان بہار (۴۴)

اُن کی نظموں میں 'شجر' 'دھوپ' 'تھال' اور 'رنگ' کی علامات کے تناظر میں بڑے اور عظیم لوگوں کی زندگی کے خدوخال کو نمایاں کیا ہے۔اس ضمن میں اُن کی نظم ''فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں ایک روشن دن'' ملاحظہ کیجیے:

لال سنہرے رنگ کے نیچے ہرے رنگ کے تھال ہیں
تین شجر یہ رنگ اٹھائے کھڑے مٹی کی دھوپ ہیں
ہجر ہی ہجر کی حد پہ جاگے خواب کی کوئی مثال ہیں
تین شجر مسحور کھڑے ہیں دھوپ کے روشن روپ میں
جیسے یہ کسی نئے جنوب کا کوئی شمال ہیں
جیسے اس کے نئے مکان کا کوئی نیا جمال ہیں (۴۵)

اُن کی نظموں میں آنے والی 'بت' 'مسندوں' 'تخت' اور 'ڈر' کی علامات کے آئینے میں صدیوں پہ پھیلے ہوئے اوہام نیز ڈر اور خوف کی مختلف جہات کو موضوع بنایا گیا ہے۔اس ضمن میں اُن کی نظم 'شہرِ اوہام'' ملاحظہ کیجیے:

بُت کدے میں بُت بہت ہیں مسندوں پہ، تخت پہ
وہم کی تجسیم شکلیں اب ہے اُوج بخت پہ

سینکڑوں سالوں کا پہرا مستقل اس در پہ ہے
دیر کے کچھ خوف ہیں دیوارِ شہرِ سخت پر(۲۶)

منیر نیازی کی نظموں میں آنے والی 'ڈائنوں' 'سانپوں' 'پھوار' 'دیواروں' 'پہرے دار' 'دروازوں' اور 'گورستان' کی علامات اندھیرے اور اس کے ڈر کے مختلف خوابوں کو سامنے لاتی ہیں۔اس کے ساتھ یہ علامات جبر ،ظلم اور ناانصافی کے اس پہلو کو سامنے لاتی ہیں جو کسی ریاست اور اس کے شہریوں پر روا رکھا جارہا ہے۔اگر بغور دیکھا جائے تو ان علامات کے آئینے میں عصری زندگی اور اس کے آشوب کو بیان کیا گیا ہے۔ اس عصری زندگی میں عام لوگ کس طرح ڈر اور خوف کے سائے میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں؟اس کا پَرتو ان علامات کے اندر واضح نظر آتا ہے۔اس ضمن میں اُن کی نظم ''ایک بھاری رات'' کو بطور حوالہ پیش کیا جاسکتا ہے۔

گھر کی دیواروں پہ دیکھو بوندیں لال پھوار کی ہیں
آدھی شب دروازے کھڑکیں ڈائنیں چیخیں مارتی ہیں
سانپ کی شوکر گونج جیسے باتیں گہرے پیار کی ہیں
اِدھر اُدھر چھپ چھپ کر تکتی شکلیں شہر سے پار کی ہیں
پاس سے روح سماں گزرتی مہکیں باسی ہار کی ہیں
گورستان کی راہ دکھاتی کوکیں پہرے دار کی ہیں(۲۷)

اُن کی نظموں میں آنے والی 'زمانے' 'شہر' 'راہرو' 'پرندے' اور 'آشیاں' کی علامتیں مسلسل سفر کی روداد بیان کرتی ہیں۔یہ سفر جو منیر نیازی نے زندگی بھر کیا ہے۔اُن کی نظم 'کوئی زمانہ ہو' دیکھیے:

کوئی زمانہ ہو کوئی شہر ہو
میں اسی طرح اُن سے گزرتا رہتا ہوں/اسی رفتار سے
مضافات کے کچے راستے ہوتے ہیں/اور شام پڑنے کے قریب کا وقت
مجھے کہیں جانا ہے/بس یہی دھیان مجھے رہتا ہے
میرے دور دور تک آشیاں کی طرف لوٹتا پرندہ/کوئی اور راہرو نہیں ہوتا
کوئی زمانہ ہو کوئی شہر ہو(۲۸)

منیر نیازی کی نظموں میں بعض علامتیں وقت کی تبدیلی اور اس کے تغیر کی مظہر ہیں۔یہ تبدیلی اور تغیر جو صدیوں سے جاری وساری ہے۔اس میں کسی بھی سطح پر جمود اور ٹھہراؤ نہیں آتا۔اس تبدیلی اور تغیر کے ساتھ ان گنت خواب اور سپنے جڑے ہوئے ہیں۔منیر نیازی کی نظم ''ایک سپنے میں دو تین صدیاں کچھ ٹوٹی کچھ جڑی ہوئیں''

اوراس میں آنے والی 'بستیوں' 'فوجوں' 'کوٹھوں' 'راتوں' 'تاروں' 'بیریوں' 'صدی' 'ناریں' اور 'بچے' کی علامتیں صدیوں پر پھیلی ہوئی انسانی زندگی اوراس میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور تغیرات کی مظہر ہیں ۔اس کے ساتھ یہ علامتیں انسانی زندگی کے کرب اور اذیت کو واضح کرتی ہیں جو صدیوں سے بنی نوع انسان کے وجود کا حصہ رہے ہیں۔

اپنے اپنے وہم میں پکڑی/ آس پاس ہیں کھڑی ہوئیں
ایک سرے پر فوجیں ہی فوجیں/ بستیاں آگ میں جلی ہوئیں
ایک طرف آباد گھروں پر/ راتیں تاروں جڑی ہوئیں
ایک طرف پر روشن راہیں/ غیب کے اندر گئی ہوئیں
اک رستے پر بیریوں پیچھے/ ناریں کوٹھوں چڑھی ہوئیں
اور ایک صدی کے بچے لے کر/ اور اک صدی میں کھڑی ہوئیں (۲۹)

بعض علامتوں کے ذریعے منیر نیازی نے عورتوں کے غم والم کی کہانی بیان کی ہے۔ یہ غم والم، دُکھ اور مصائب جو صدیوں سے عورت کی ذات کا حصہ اور مقدر رہتے ہوئے ہیں اور ان سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ۔اس ضمن میں 'جنت' 'مور' 'تن' 'سانپ' 'کھڑکیوں' 'جھروکوں' کی علامات اہمیت کی حامل ہیں جو مختلف زمانوں اوران میں رہنے والی عورتوں کی زندگی کی مرقع نگاری کرتی ہیں ۔ان مختلف زمانوں میں عورتوں کے غم والم کی مختلف صورتوں اور شکلوں کو واضح کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں اُن کی نظم ''خوبصورت عورتیں'' ملاحظہ کیجیے:

کھڑکیوں جھروکوں کی/ اگلی ہوا کے جھونکوں میں
بن سنور کے بیٹھی ہیں/ مختلف زمانوں میں
تن بدلنے جاتی ہیں/ تن بدل کے آتی ہیں
اور بیٹھ جاتی ہیں/ کھڑکیوں جھروکوں کے
دلنواز دھوکوں میں/ دلکشی کی یہ فرقت
اک عجیب جنت ہے/ خواب ہے حقیقت کا
مشکلوں میں فرصت ہے/ اس طرح کی جنت میں
سانپ تک نہیں آتا/ اس سکونِ خوش دل میں
اس خموش راحت میں/ مور تک نہیں گاتا (۳۰)

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو منیر نیازی کی نظموں کی علامات کا دائرہ ہماری معاشرتی، تہذیبی، اور تمدنی زندگی پر محیط نظر آتا ہے۔ان کے تناظر میں شاعر نے آج کے انسان کے غم والم کے ساتھ اُس کی ذات میں آنے والے ڈر اور خوف کا بیان کیا ہے۔ نیز اس کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں اور ناانصافیوں کے گونا گوں پہلوؤں کو موضوع بنایا گیا ہے۔نیز ان کے ذریعے انسانی زندگی اور اس کے ارتقائی سفر کو بیان کیا ہے۔اب تک کے اس ارتقائی سفر میں انسان کن حوادث مصائب اور المیوں کا شکار رہا ہے؟ اس کا پرتو ان علامتوں کے اندر واضح نظر آتا ہے۔اس کے ساتھ ان علامتوں کے آئینے میں انسانی جذبوں اور تمناؤں کی کتھا بیان کی گئی ہے۔اس کے خوابوں کی رنگا رنگی اور تنوع کا ذکر کیا گیا ہے۔

ان علامتوں کے ذریعے منیر نیازی نے اپنے داخلی محسوسات اور جذبات کا بھی بیان کیا ہے۔ نیز اپنی جستجو اور تلاش کے پہلو کا بھی تذکرہ کیا ہے۔جستجو اور تلاش کا یہ پہلو جو اس کی پوری زندگی پر محیط ہو گیا ہے اور اس نے اُس کو ہمیشہ ایک نہ ہونے والے کرب اور اضطراب کا شکار رکھا ہے۔اس کے ساتھ ان علامتوں کے تناظر میں حسن و جمال کے اَن گنت حوالوں کو فوکس کیا گیا ہے۔اس کے ساتھ تحیر اور فسوں کے بھی گونا گوں پہلوؤں کو موضوع بنایا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) سلیم اختر، ڈاکٹر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، ۲۰۰۵ء ص ۵۸۹

(۲) شاہدہ دلاور شاہ، منیر نیازی فکر و فن کے آئینے میں، مشمولہ ماہنامہ ''قومی زبان'' کراچی، ستمبر ۲۰۱۴ء ص ۳۳

(۳) ایوب ندیم، ڈاکٹر، منیر نیازی، ایک انوکھے شخص اور نرالے شاعر، مشمولہ ''روزنامہ جنگ'' لاہور، ۱۷ دسمبر ۲۰۱۳ء ص ۱۴

(۴) محمد سلیم الرحمٰن، تعارف، مشمولہ ''دشمنوں کے درمیان شام'' کلیات منیر نیازی، ماورا پبلشرز لاہور، ۱۹۸۶ء ص ۳

(۵) وزیر آغا، ڈاکٹر (مرتب) انتخاب جدید، حصہ دوم، انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۸۱ء ص ۲۷

(۶) منیر نیازی، تیز ہوا اور تنہا پھول، مشمولہ ''کلیات منیر نیازی''، ماورا پبلشرز لاہور، ۱۹۸۶ء ص ۱۱

(۷) منیر نیازی، تیز ہوا اور تنہا پھول، مشمولہ ''کلیات منیر نیازی'' ص ۳۸

(۸) ایضاً ص ۱۷ (۹) ایضاً ص ۳۶

(۱۰) منیر نیازی، جنگل میں دھنک، مشمولہ ''کلیات منیر نیازی''، ص ۲۶

(۱۱) ایضاً، ص ۶۵ (۱۲) ایضاً، ص ۳۹

(۱۳) ایضاً، ص ۴۱ (۱۴) ایضاً، ص ۴۲

(۱۵) منیر نیازی، دشمنوں کے درمیان شام، ''مشمولہ کلیات منیر نیازی''، ص ۲۲

(۱۶) ایضاً، ص ۳۴ (۱۷) ایضاً، ص ۳۶

(۱۸) ایضاً، ص ۲۵ (۱۹) ایضاً، ص ۳۲

(۲۰) منیر نیازی، ماہِ منیر، مشمولہ ''کلیات منیر نیازی''، ص ۵۳

(۲۱) ایضاً، ص ۳۹ (۲۲) ایضاً، ص ۵۱۔۵۰

(۲۳) منیر نیازی، چھ رنگین دروازے، مشمولہ ''کلیات منیر نیازی''، ص ۶۵

(۲۴) منیر نیازی، آغازِ زمستان میں دوبارہ، مشمولہ ''کلیات منیر نیازی''، ص ۲۳

(۲۵) ایضاً، ص ۳۵ (۲۶) ایضاً، ص ۴۰

(۲۷) منیر نیازی، ساعتِ سیار، مشمولہ ''کلیات منیر نیازی''، ص ۲۱

(۲۸) منیر نیازی، پہلی بات ہی آخری تھی، مشمولہ، ''کلیات منیر نیازی''، ص ۳۱

(۲۹) ایضاً، ص ۶۴۔۶۳ (۳۰) ایضاً، ص ۶۵۔۶۶

✿✿✿